حیٰوۃ اجتماعی

حکیم الامت علامہ ہندی آیت اللہ سید احمد نقویؒ

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا

اتحاد و تنظم ومغایر الفاظ نہیں ہیں بلکہ متجانس وہم معنی ہیں۔ ہیئۃ حامہ کا نام جماعت متحدہ اور جماعت منتظمہ کا ہے۔ اوراسی ہیئۃ اجتماعی کا نام وجود ہے جس وقت یہ نیت باقی نہ رہے گی اور موجودات میں بین افتراق وانتشار ہوجاوے گا اس کو فنا، زوال، عدم کہیں گے۔ یہ کوئی برہانی اور دقیق مسئلہ نہیں ہے جس کے سمجھنے میں دشواری ہو اور نہ یہ ایسا نظریہ ہے جو پیچیدہ اور ناقابل فہم ہو، جس کی مخالفت پر گفتگو کی جاسکے۔ ہرانسان اسی قانون الٰہی کے تحت میں ہے اس کو اپنے وجود بقاء میں متحدہ منتظم رہنا ہوگا اور تفرق وانتشار میں فنا ہوجانا لازمی ہے۔

کائنات کا ذرہ ذرہ اسی قانون کے تحت میں ہے۔ اگر ذرات مادہ کا اجتماع صورت خاص پر نہ ہو تو کائنات کا وجود بھی نہ ہوگا۔

جس وقت بھی انتشار وتلاشی ذرات کا ہوجاوے گا فی الفور وہ شے فنا اور معدوم ہوجاوے گی۔ جب تک ایک ثابت تارہ اپنے سیارات واقمار کو قوت کشش واتصال سے موجودہ ترتیب وتنظم پر باقی رکھے گا نظام شمس باقی رہے گا اور اگر کشش واتصال اور ہیئت اجتماعی مٹے بس قیامت ہے، نہ چاند ہیں، نہ سورج، نہ زمین ہے نہ آسمان۔

(۲)

اتحاد کے لئے محبت کی ضرورت

تالیف جس شے کا نام ہے وہ پریشان اجزاء کا اجتماع ہے۔ کیمسٹری جاننے والے جانتے ہیں کہ جن دو چیزوں میں الفت کی جاوے نہیں ہوتی ان اشیاء کے مرکبات کا عالم میں بھی وجود نہیں ہے۔ جماعات کا وجود سراسر محبت والفت پر ہے۔ محبت والفت نہ ہو تو جماعات کا وجود بھی محال ہے۔ کائنات کا وجود اور جماعات کا قیام اسی محبت والفت کیمیاوی پر منحصر ہے اور موجودات عالم میں یہ صفت درحقیقت مظہر صفت الٰہی ہے (کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف) اگر موجودات عالم نہ ہوتے تو خدا کی شناخت کون کرتا اور کس طرح سے شناخت ہوتی اور خدا کو اپنا پہچنوانا محبوب تھا اسی جذبۂ محبت نے عالم خلق کردیا جب تک جذبہ محبت والفت موجود نہ ہوگا کسی شے کی تخلیق اور وجود امکان میں نہیں ہے۔

خدا کا رحمن، رحیم، کریم، ودود، رزاق ہونا اس کی رحمت کا غضب پر سابق ہونا۔ (سبقت رحمتہ غضبہ) صاف بتاتا ہے کہ موجودات کا قیام انہیں صفات جمالیہ پر موقوف ہے، خدا کا پرستار ایک دقیقہ کے لئے کیا یہ تصور کرسکتا ہے کہ کائنات کا ایک ذرہ بھی خدا کے رحم وکرم کے بغیر سہارے کے موجود وقائم رہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں خدا کا رحم وکرم ہی علت تامہ وجود ہے۔

لہذا ہر شے اپنے وجود و بقا میں صفت رحم وکرم ومحبت کے ساتھ وابستہ ہے۔

خودکشی کرنے والا بغیر اپنے نفس سے بیزاری کئے جان نہیں دے سکتا۔ قومی وملکی خیانت قوم کشی ہے۔ افراد واشخاص میں تنافر، تباغض، عداوت، بیزاری، مدافعت اس قوم کی موت ہے تاریخ عالم شاہد ہے بڑی بڑی قومیں انہیں رذائل کی وجہ سے مٹ گئیں۔ جذبہ قومی محبت والفت نہ رہی شیرازہ قومی بگڑ گیا۔ اتحاد و تنظیم کا نام نہ رہا، قانون تمدن ومعاشرت جس چیز پر مجبور کئے تھا اس سے اغماض کیا۔ فرد فرد میں مغایرت ہوکر سب ہی معدوم ہوگئے۔

تاریخ اسلام کا ایک ورق

اقوام عالم کے زوال وفنا کی داستانیں تاریخوں میں اشک حسرت سے لکھی موجود ہیں کس کس کو ذکر کر کے نااتفاقی کی صف ماتم بچھادیں۔

آؤ اسلام کے زوال پر ایک نوحہ سناویں۔

اس عالم تمدن میں ادنیٰ ادنیٰ قومیں جن کو ابتدا سے تمہارے زمانۂ عروج تک بام ترقی کا گوشہ بھی نظر نہ آیا تھا اب وہ تم کو غافل دیکھ کر میدان ترقی کو تم سے خالی دیکھ کر آ دھمکے اور شاہراہ ترقی کو تیزی سے طے کرتے ہوئے بام عروج پر چڑھ گئے۔

آہ! وہ قوم اسلام جو کسی وقت تاریخ عالم میں شائستگی، تہذیب، علم وادب، نجابت، شرافت، شجاعت وحشمت میں اپنی آپ نظیر تھے۔ اور دنیا وعقبیٰ کے صاف وستھرے رستے الٰہی تقدیر نے ان پر کھول رکھے تھے اور اسی طرح سے عروج ومرتبت کے ساتھ کم وبیش ہزار سال تک صفحہ روزگار اس کی نورانی شعاعوں سے منور ہو رہا تھا، یک لخت کس طرح سے اوج سعادت سے قعر مذلت میں سرنگوں ہے۔

وہ پاک دین جو ایک صدی کے اندر تمام عالم میں پھیل گیا تھا جس کا داہنا ہاتھ خلیج بنگالہ میں اور بایاں ہاتھ اندلس کے مغربی سمندر سے پانی لینے لگا، آج اس کو زمین میں بسنے کے لئے بالشت بھر زمین میسر نہیں، وجہ کیا ہے؟ ایک تاریخ داں نہایت سہولت سے اس عروج وزوال اسلام کی تاریخ اتفاق ونفاق پر لکھ سکتا ہے۔

اسلامی اتفاق کے برکات

جس وقت اس ظلمت کدہ دہر میں اقوام عالم ڈاواں ڈول اپنی اپنی راہ چلتے اور منتشر وپراگندہ تھے نہ ان کی ہیئت جامعہ تھی نہ شیرازہ بندی، جہالت کی گھنگھور گھٹا نے راہ اتحاد واتفاق کو چھپا رکھا تھا، نہ ایک قوم کو دوسرے سے میل جول کا موقعہ تھا، نہ آپس میں کوئی اتحاد والفت تھی، بات بات پر تلوار چلتی اور خون ناحق سے ریگستان عرب لالہ زار بنتا۔

قربان اس بشیر ونذیر (صلی اللہ علیک یا رسول اللہ) پر جس نے انوار قدوم سے عالم کو منور فرما کر انسان کو حیوان سے ممتاز فرمایا۔ ایک درندہ خصلت انسان حلیم وبردبار رحیم وکریم بن کر آپس میں بھائی بھائی ہوگئے۔ وہ کلمہ جامعہ اسلامی جس نے بھولوں کو یاد دلایا بے آشناؤں کو سچا بہی خواہ اور دوست ایک دوسرے کا بنادیا، بیگانیت کو یگانیت سے بدل دیا، نفرت وبغض وعداوت کو محبت ودوستی سے بدل دیا، وہ وہ صدائے حق تھی جو مشرقی ریگستان عرب سے اٹھ کر تمام فضائے عالم میں گونج اٹھی، جو عالم حیاتیات کی جان، علم نفسیات کی روح، تعمیر قومی کے لئے سنگ بنیاد۔

قومی ترقیوں کی کنجی تھی، قدوس زمین وآسمان کے صور حیات کی زندگی بخش آواز تھی (**واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا**) سب خدا کی رسن اتحاد کو تھام لو اور تفرقہ کا سبب نہ ہو۔

یہ وہ کلمہ جامعہ تھا جس نے اسلام کا چار دانگ عالم میں ڈنکا بجادیا۔

اسلام اقوام عالم کے لئے رشک وحسد کا سبب بن گیا۔

اسی اتفاق کی بدولت بحر اسلام میں بہت سے جزیرے اپنے اپنے وقت پر ظاہر ہوئے۔لیکن نفاق نے انہیں کے بعض چھوٹے چھوٹے ٹاپوؤں کو صفحہ آب سے مثل حباب ابھرتے ہی بجھا دیا، اگرچہ بعض بڑے بڑے جزیروں میں خوب ہری بھری کھیتیاں ہوئیں اچھے اچھے باغ لگے، دلکش ہوائیں چلیں، ایام عروج میں آفتاب ہوکر چمکے لیکن پھر اسی نفاق کے طوفان اور باہمی پھوٹ کی بادمخالف سے تباہ ہوکر رہے۔ ایران، توران، افغان، قفقاز، اسپین، ترکی، البان، ٹونس، جزائر، شام، لبنان، مراکش، فلسطین، مصر، بربر، نوبہ، عراق، حجاز، بخارہ، ہندوستان، جہاں کہیں دیکھو اسلام کی تباہی کا راز صرف ایک ہی تھا یعنی نااتفاقی باہمی نفاق۔

ان میں سے بعض اسلامی ممالک تو ایسے تباہ ہوئے جن کا صفحۂ ہستی پر نشان بھی نہیں۔گویا اسلامی سمندر سے یہ جزائر کبھی ابھرے بھی نہ تھے۔

مسلمانوں کی غیرت کے لئے آیئے ایسے دوایک جزیروں کی تلاش کریں اوران کے نشانات کو صفحۂ ہستی میں ڈھونڈھیں۔اس فنا کے دور دراز ساحل سے قومی دوربین کے ذریعہ کسی بحر عمیق کی تہہ میں ان کا کھوج لگاویں شاید کچھ پتہ لگے۔

ایسی تباہ شدہ اسلامی سلطنتوں کی تلاش میں خواہ نخواہ سب سے پہلی نظر ہماری اسی وسیع وزرخیز ملک پر پڑتی ہے جو بحر روم کے مغربی ساحل کی حد پر واقع ہے، جو اسپین کے نام سے مشہور ہے، اور جس کو عرب کے مورخ اندلس کے نام سے پکارتے ہیں۔ جہاں چارسوسال تک مسلمان بادشاہ رہے، لیکن اب وہاں ایک مسلمان باشندہ بھی نظر نہیں آتا۔ نہ اسپین کی وہ شان وشوکت ہے جو اسلامی دور میں تھی۔ اس کا عروج بھی مسلمان سلاطین کیساتھ قبروں میں مدفون ہے، علوم وفنون کی حیثیت سے اس زمانہ میں اندھیرے یورپ میں مشعل تھا، موجودہ ترقی فلسفہ وسائنس کی بنیاد یورپ میں اسی سرزمین کا صدقہ ہے۔

مملکت اسپین بنی امیہ کے چھٹے بادشاہ ولید کے عہد ۹۲ھ میں افریقہ کے ویسرائے نے اپنے لفٹنٹ ''تارخ'' کی امداد سے اس کو فتح کیا اور تقریباً پچاس سال تک بحیثیت ایک صوبہ کے۔ وہ سلطنت بنی عباسی شاہزادہ عبدالرحمن کے عہد سے ہوئی جس نے ۱۳۸ھ میں اندلس کی علیحدہ سلطنت کی بنیاد ڈالی تخمینا تین سوسال تک اسی عباسی کی اولاد اس ملک پر حکمراں رہی۔

وقتاً فوقتاً نااتفاقی ونفاق کا تخم بارآور رہوا۔ طوائف الملوکی شروع ہوئی، جتنے شہر تھے اتنے ہی بادشاہ بن گئے۔ ان خانہ جنگیوں کی وجہ سے عیسائی ہمسایوں کو موقع ملا اور ایک ایک کرکے سب ملک ہضم کر لئے۔ اس ملک کا آخری مقام جہاں اس ردی حالت پر بھی دوسوسال تک اسلامی علوم کا جھنڈا لہرایا گیا وہ سلطنت غرناطہ تھی۔

آیئے ذرا گہری نظر سے اس اسلامی سلطنت کی تاریخ زوال کی ورق گردانی کریں۔ جنگہائے صلیبی وفتوحات چنگیزی وہلاکو اگرچہ اس زوال سلطنت کے ذمہ دار ہیں، لیکن باہمی اسلامی نفاق وجھوٹ کو بھی اس بربادی میں پورا پورا دخل ہے۔

اندلس میں بنی امیہ کی حکومت ختم ہوکر طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ اسی زمانے کے قریب افریقہ میں جو اس ملک کا قریبی ہمسایہ تھا خاندان فاطمی کی سلطنت کا بھی خاتمہ ہو چکا تھا۔ اس وقت نومسلم بربریوں کے سردار یوسف بن طفشین نے مرابطین کی سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی۔ انہوں نے ترقی کرکے زیادہ حصہ اندلس کا بھی فتح کرلیا تھا اور نہایت باشان وشوکت ان کی سلطنت رہی۔ ممکن تھا یہ ہمیشہ کے لئے اندلس کے بھی حاکم رہتے لیکن ۵۱۴ھ انہیں افریقی بربریوں میں ایک نیا فرقہ اسلامی نمودار ہوا۔

ایک شخص محمد بن عبداللہ جو اپنے کو امام حسنؑ کی اولاد بتاتا تھا شمال ومغرب آفریقہ میں مہدی موعود ہونے کا دعویدار ہوا اوراس جاہل قوم بربر میں خوب ہی پوجا گیا اور اس کے خلیفہ عبدالمومن نے مرابطین کی سلطنت کا افریقہ واندلس میں خاتمہ

کر دیا۔تاریخ میں ان مہدیوں کی سلطنت موحدین کے نام سے مشہور ہے۔ان مرابطین کی باہم خانہ جنگیوں میں مسلمانوں کو قریب تین سو سال اندلس میں گزر گئے۔صرف ایک شہر غرناطہ مسلمانوں کے لئے رہ گیا جس میں باجود ایک مختصر سی اسلامی سلطنت کے جو عیسائیوں کے حلقہ میں تھی ،ایک سال سلطنت رہی لیکن جس وقت پر اعیان وافسران سپاہ و پارٹیاں ہوگئیں۔ ایک بادشاہ کے طرفدار دوسرے اس کے بیٹے کے طرفدار۔ان باپ بیٹوں میں خوب لڑائی ہوئی۔نتیجہ معلوم۔ان ناعاقبت اندیش مسلمانوں نے اپنی قسمت کا خود آپ فیصلہ کرلیا۔

(۳)

کلیات وجزئیات کا فنا؟

ہر ہر فرد اور تمام جزئیات تحت نوع ہوتے ہیں اور ہر نوع تحت کلی ہے اور ہر کلی تحت وحدت ہے۔ جمادات، نباتات، حیوانات یہ موالید ثلاثہ جب تک اپنی ہیئت اجتماعی سے تحت نظام کلی ہیں اسی وقت تک ان افراد وجزئیات وانواع وکلیات کا وجود بھی ہے اور دوسرے انواع وافراد وکلیات سے امتیاز کی جاسکتی ہیں۔اگر یہ اتحاد، یکتائی، یک رنگی افراد میں نہ رہے تو بھی وہ اس نوع میں شامل نہیں ہوسکتیں۔انسان کیڑا مکوڑا بن جائے تو کیا وہ نوع انسانی میں رہے گا۔گھانس پات بن جاوے تو کیا وہ حیوان کہلاوے گا؟ ہوا پانی کی صورت اختیار کرلے تو کیا وہ جسم نامی حساس متحرک بالارادہ کہا جاوے گا؟ ہر گز نہیں۔نہ افراد ہی رہیں گے، نہ انواع ،نہ کلیات، اس لئے تحفظ صفات ووحدت وتنظیم بقاء ووجود انسانیت، قومیت وشخصیت کے لئے لازم ہے ورنہ فنا ہی فنا ہے۔

(۴)

فلفسہ جماعت بندی

تمام فلاسفۂ متقدمین ومتاخرین نے سب سے پہلا کام یہ کیا ہے کہ موجودات عالم کی جماعت بندی کی ہے۔اس کے بعد ہر جماعت میں بحث وتمحیص شروع کی ہے۔انسان ہی کو دیکھو۔ان کی دو بڑی تقسیمیں کی ہیں: آرین وسیما طبقی ، پھر علم الانساب سے جماعت بندی کی ہے۔پھر جغرافیائی تقسیم ہوئی۔ زبان کے اعتبار سے تقسیم ہوئی، رنگ روپ سے تقسیم کی گئی ہے، ظاہر میں یہ تقسیم وتفریق ہے۔لیکن درحقیقت اتحاد وتنظیم اور حفظ جماعت و پراگندگی سے نگہداشت کی گئی ہے تاکہ ان کی اخلاقی، اقتصادی، معاشرتی، تمدنی، فزیکل خصائص پر بحث ہوسکے اور ایک مورخ کو ان حالات کی تدوین کو بسہولت موقع ملے اور قوموں کو مرتب ومنتظم رکھا جاسکے۔اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے خداوند کریم کو انسانی تخلیق کی بابت بتا دینا پڑا کہ دو خلقت انسانی شعبہ شعبہ قبیلہ قبیلہ کی گئی ہے، تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، اگرچہ بزرگی صرف تقویٰ اور پرہیزگاری سے مخصوص ہے۔اس کو نسب اور قبیلہ سے تعلق نہیں ہے (اناخلقناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم) اگر انسان میں جماعت بندی اور شعب وقبائل نہ ہوتے تو ان علوم کا وجود ہی نہ ہوتا جن کا تعلق علم الانسان سے ہے۔لہذا صنفی وجود بھی جماعت بندی وتنظیم پر موقوف ہے۔

غیر تنظیم فوج باوجود کثرت نفوس ہمیشہ اپنا مال، دولت عزت، قومی وقار، مملکت سب کچھ اس چھوٹی سی جماعت کے مقابلے میں کھو بیٹھتی ہے۔جیسی اچھی فوج کی تنظیم ہوگی اسی قدر فتح وغلبہ کی امید کی جاوے گی۔

اس لئے فوجی تنظیم کی نگہداشت کے واسطے چھوٹی چھوٹی تقسیمیں منصبوں عہدوں میں کر کے رنگ وحدت قائم کیا جاتا ہے۔ ایک آرمی کور میں سب سے بڑا عہدہ فیلڈ مارشل کا ہے۔اس کے بعد جنرل، لفٹنٹ جنرل، میجر جنرل، کرنل، لفٹنٹ کرنل، میجر، کیپٹن، سے ہوتے ہوئے عہدہ لفٹنٹ کا ہوتا ہے۔اس کے بعد اور چھوٹے چھوٹے عہدے ہوتے ہیں۔ یہ آرمی کور بجائے ہزار ہا نفوس کے اس طرح سے رنگ وحدت میں رنگی ہوتی ہے کہ ہر فرد کا ایک ہی فریضہ ایک ہی کام ہوتا ہے۔اسی سے ملکی

فتوحات ہوتے ہیں اور یہی قومی وقار کی حفاظت کرتی ہے۔ اگر تنظیم واتحاد عمل نہ ہوتے تو اسی ہزار کی آرمی کوربیکار اور محض فضول ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے بذریعہ الہام ووحی اسی گر کو سمجھا اور ''سینا'' کے بیابان میں مصر سے نکل کر دوسرے سال دوسرے مہینہ کی پہلی تاریخ بنی اسرائیل کو خاندانوں اور فرقوں میں منقسم کر کے جماعت بندی فرمائی۔ 'بنی لادی' کو مذہبی سرداری دے کر حضرت ہارون کو ان سب کا سردار مقرر فرمایا یہ مذہبی اور فوجی تنظیم تھی۔ لیکن حضرت رسولؐ خدا نے بیعت رضوان میں اخوت ومساوات وحریت پر تنظیم فرمائی یہ بھی اصول جماعت بندی تنظیم واتحاد کے لئے تھا۔

چونکہ اسلام میں مذہب وسیاست ایک شے تھی، اس لئے فوجی اور مذہبی تفریق نہیں کی گئی۔ ساری جماعت کا ایک ہی فوجی ومذہبی سردار مقرر ہوا، جو ہمیشہ سردار ہی رہا کسی غزوہ اور جنگ میں اس پر کوئی سردار مقرر نہیں ہوا وہ علیؑ بن ابی طالب ہیں جن کو رسولؐ خدا نے اپنا بھائی بنا کر نسبی اور واقعی اخوت کو رسمی بھی کر دیا اور یہ فرما کر کہ علیؑ کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی (**علی علیہ السلام منی بمنزلة هارون من موسیٰ** ا) علی کو دائمی سرداری کا مالک قرار دیا اور تشتت وافتراق سے جماعت کی حفاظت کی اور ذات علیؑ بن ابی طالب ان ذاتوں میں سے ہے جس پر اتفاق اجماع لازم ہے اور تشتت وافتراق جس ذات سے ناروا ہے اور یہ ذات بیشک وہ حبل خدا ہے جس سے اعتصام وتمسک کا حکم خدا اور رسولؐ نے دیا ہے۔

(**واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا** ۲) رسولی تعلیم میں دین ودنیا ایک تھا۔ ممبر پر واعظ، مسجد میں عابد، فقیر کے پہلو میں بھائی، بیمار کے سرہانے طبیب، معاملات ملکی میں معلم سیاسیات، بیان حقائق میں حکیم، دشمن کے مقابلے میں جانباز سپاہی، ان خصوصیات کو دیکھو کس طرح سے ذات علیؑ میں جمع کیا تھا۔ اسلام اتنی تفریق بھی برداشت نہیں کرسکتا کہ دین دنیا سے جدا ہو۔

(۵)

اتحاد وتنظیم کے لئے صنفی تحفظ

قانون قدرت عالم کی تخلیق میں یہ ہے کہ مخلوق کی ہر صفت میں ہیئۃ اجتماعی موجود ہو تو ترتیب وتنظیم ہو۔ علمائے طبعئین جانتے ہیں کہ سیال مادے جب شکل اپنی چھوڑتے ہیں اور نقطہ انجماد پر پہنچتے ہیں اس وقت بھی اپنی جماعت سے خارج نہیں ہوتے۔ ان کی صورتیں جسم بلوری نہایت ترتیب وتنظیم سے حاصل کرتی ہیں جن میں جماعتی خصوصیات پوری طرح سے محفوظ وموجود رہتی ہیں اور ایک کیمسٹ سہولت سے شناخت کر لیتا ہے۔

دیکھو خالص پانی، شورہ گندک، پھٹکری، نمک، شکر، انجماد پا کر ہر ایک کی قلمیں جدا ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کی شکل کسی طرح اختیار نہیں کرتیں۔ جب وہ خصوصیات چھوڑ دیں گی لازمی طور پر اپنے وجود سے ہاتھ دھولیں گی۔ قانون فطرت یہی ہے، فطرت اللہ یہی ہے۔ اسی طرح سے انسان اگر قانون الٰہی سے سرتابی وتمرد کرے گا، تفرقہ وانتشار ہوگا، ہیئۃ جامع جاتی رہے گی، صنفی ونوعی خصوصیات مٹ جاویں گے نتیجہ لازوال وفنا ہے۔ دین قیم اور دین فطرت یہی ہے۔ مخالفت فطرت کے نتائج تاریخ عالم میں دیکھو۔ زوال وفنائے اقوام کے اسباب وعلل کو دیکھو۔ سائیکالوجی کے فتووں پر نظر کرو، قوموں کے بگڑنے اور بننے کے اسباب کو تاریخوں میں پڑھو۔

یہ تمام علوم فلسفہ اجمالی حاشیہ ہیں اس مقدس تعلیم کا کہ کسی قوم میں تغیر وفنا وزوال کا نہیں ہوتا جب تک اس قوم کے نفوس میں تغیر نہ ہو جاوے۔ (**لا يغيروا بقوم حتىٰ يغيروا ما بانفسهم**) نفوس کا تغیر فطرت کے خلاف موجب زوال وفنا

نوٹ: ا۔ سو سندوں سے روایت ہے، دیکھو مسند احمد بن حنبل، صحیح بخاری، صحیح مسلم، جمع بین الصحاح الستہ' مناقب ابن مغازلی، کتاب اربعین، کتاب المفازات محمد ابن اسحاق، کتاب الفردوس دیلمی، مناقب، (خطب خوارزم مناقب فاخرہ، مناقب ابن شاذان، فضائل الصحابہ سمعانی تاریخ ابن مسکویہ، فرائد السمطین، فصول المہمہ مالکی مطالب السؤل شافعی، شرح ابن الحدید۔ ۱۲

۲۔ تفسیر ثعلبی، مناقب الفاخرہ فی العترۃ الطاہرۃ ۱۲

ہے۔ خصائص نسلی، خصائص تمدنی معاشرتی خصائص جب تک قوموں میں ہیں ان کا وجود بھی ہے، اگر مخالفت کروگے فنا ہوجاؤ گے۔ ایسی قوموں کا یہی نتیجہ ہے کہ وہ اپنی بدکاری کی پاداشت میں اصول فطری کی مخالفت میں فنا ہوجاویں اور دوسری قومیں ان کے تغافل سے فائدہ اٹھا کر قائم مقام ہوجاویں۔ (فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ) (سورہ انعام آیت ۶) یہی دین قیم جو غیر متبدل ہے (لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ) اور یہی سنت الٰہیہ ہے جس میں تبدیلی ناممکن ہے۔ (وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا) اقوام عالم کا زوال وفنا اسی اصول وقانون کی بناء پر ہے۔ کالڈیا، اسیریا، مصر، فارس، روم، یونان کا تمدن جو اپنی آپ نظیر تھا۔ غیر متمدنی اقوام کی آمیزش اور اپنی صنفی وقومی خصائص سے لاپروائی کی وجہ سے برباد وفنا ہوگئے۔ بربریوں کی اخلاقی آمیزش نے روما ایسے متمدن قوم کو تباہ وبرباد کردیا۔

(۶)

نظام اخلاقی کے تحفظ کی ضرورت

نظام اخلاقی جس پر قومی تعمیر ہے اور جو اساس وسنگ بنیاد قومی تعمیر کا ہے۔ اگر نظام کی ایک کڑی ٹوٹ جاوے تو قومی تعمیر ناممکن ومحال ہے۔ جس طرح سے اعضاء اپنے اعمال ترک کردینے سے عملی قابلیت کھودیتے ہیں۔ دست وپا بلند کر کے خشک کردیئے جاتے ہیں۔ دن رات پڑے رہنا چند فرلانگ چلنے سے معذور کردیتا ہے۔ سطح آب کے نیچے سمندروں کی تہہ میں پتھروں کی چٹانوں پر بیٹھنے والی مچھلیاں بصارت سے محروم ہوجاتی ہیں۔ خواص واعضاء کا توارث نسلاً بعد نسل چلتا رہتا ہے۔ ان مچھلیوں کی نسلیں بھی بے بصارت پیدا ہوتی ہیں۔

اسی طرح سے شریر وبدکار قوموں کی نسلیں بھی وراثتاً شرارت لے کر پیدا ہوتی ہیں۔ شجاعت، جرأت، عزم، ارادے کی پختگی، حیا، عفت، سخاوت، وغیرہ وغیرہ نسلی فضائل اگر کام میں لائے جاویں تو شکم مادر سے بچہ سعادت کا ورثہ لے کر پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر فضائل نسلی، اخلاقی قومی چھوڑ دوگے نظام اخلاقی کو برباد کردوگے تو یہ محاسن بھی اپنا محل استعمال نہ پا کر فنا ہوجاویں گے۔ اور بچہ شکم مادر ہی سے دولت محاسن لئے بے مایہ پیدا ہوگا (السعید سعید فی بطن امه والشقی شقی فی بطن امه) اس کو مسخ اخلاقی کہتے ورنہ یہ مسخ اخلاقی توارث کے طور پر نسلوں میں چلتے چلتے مسخ جسمانی کا باعث ہوجاتا ہے۔

مسخ کا ثبوت:

اگر بندر ترقی کر کے انسان بن سکتا ہے یا جراثیم مادہ انسانی انسان بن سکتے ہیں تو بیشک تنزل وانحطاط سے انسان بندر اور کیڑے مکوڑے بھی بن سکتے ہیں۔

علم الانسان میں ''ہول'' کے واقعات پڑھو۔ دمدار انسان پیدا ہونا، بجائے انسان سانپ پیدا ہونا، چار چھاتیوں والی عورت، سینگدار بچہ، یک چشم، پیشانی پر آنکھ، سونڈ دار بچہ وغیرہ وغیرہ کیا ایسے نظائر علم الانسان کے جاننے والوں سے پوشیدہ ہیں۔

اسی مادہ انسانی کا کیڑا جو حسین وخوبصورت بچہ پیدا کرنے میں کامل مہارت رکھتا تھا اسی مادہ سے ایسے خلاف فطرت بچہ پیدا ہونے لگتے ہیں۔ اسلام میں قوموں کے مسخ کے واقعات نقل کر کے بتایا گیا ہے کہ بدکاری وبداخلاقی اور نظام اخلاقی کی تباہی سے قومیں شکل حیوانی پر مسخ ہونے لگتی ہیں۔ کسی قوم کی نسلی پیداوار اگر حیوانی پیداوار کچھ عرصہ کے لئے بن جاوے تو انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ خصائص نسلی اور صنفی کے ترک ہوجانے کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ وہ صنفی امتیاز کھودے۔ قومی روح کے فنا ہونے سے قومی اور صنفی بقاء کا سوال ہی غلط ہے۔

(۷)

ہیئت جامعہ بقاء کی ضامن ہے

فلاسفہ نے جس قانون کا نام تنازع للبقا کہا ہے اس کا یہی منشاء ہے کہ اپنے وجود کی حفاظت کی جاوے۔ ایک تناور درخت اپنی بقاء کے لئے گرد وپیش کی نازک نباتی خلقت کو جلا جھلسا کر کھا

جاتا ہے۔چھوٹے چھوٹے پودے ایک مجتمع ہو کر بڑے سے بڑے درخت کی غذا اچٹ کر جاتے ہیں۔

بڑے جانور چھوٹے جانوروں کو کھا لیتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے جانوروں کو مار لیتے ہیں۔ اس تنازع للبقا سے یہ دنیا میدان کارزار بنی ہوئی ہے۔اور جہد للبقاء کے واسطے عالم کا ذرہ ذرہ برسرپیکار ہے۔اس دار و گیر میں ضرورت تھی ایک فطری قانون کی جس سے عالم میں امن قائم ہو اور تحفظ وبقا کی کوئی راہ نکلے۔جذبہ حفاظت خود اختیاری اور قوت مدافعت کائنات کی ہر فرد کو دے کر عالم میں امن وسکون قائم کیا گیا اور موجودات کو محفوظ کر لیا مثلاً ایک طرف ثوابت واقمار وسیارات کو قوت جاذبہ سے کھینچ کر اپنے میں بھسم کر لینا چاہتی ہیں دوسری طرف خود ثوابت وسیارات اقمار میں قوت مدافعت دور باش کی صدا دیتی ہے۔ایک باغبان وفلاح اصول علم زراعت وفلاحت کو برت کر چھوٹے چھوٹے پودوں کی بڑے اور تناور درخت اور خودرو جنگلی پیداوار سے حفاظت کرتا ہے۔

اسی طرح سے حفاظت خود اختیاری، اور بقاء صالح جذبہ سعادت مندی کو فطری انسانی میں ودیعت کر کے محفوظ کیا گیا ہے ۔اس کو حدیث شریف نے بتایا ہے کہ سعادت وشقاوت بچہ شکم مادر سے لے کر نکلتا ہے(**السعید سعید فی بطن امه و الشقی شقی فی بطن امه**)

انبیاء اور شریعت کی ضرورت

ہادی و راہبر انبیاء و اوصیاء کو قانون تمدن دے کر بھیجا جاتا ہے تا کہ بقاء صالح اور جہد للبقاء میں برعایت قانون الٰہی اپنی صحیح حفاظت کر سکیں اور تنازع للبقاء میں ظلم، تعدی، ناانصافی، فتنہ وفساد اور اندھا دھند جذبات خودغرضانہ میں مبتلا ہو کر ناامنی کا باعث نہ بنیں۔خود بھی جئیں اور دوسروں کو بھی جینے دیں۔قانون شریعت اور ضرورت نبوت بغرض بقاء وحفظ انسانی ضرور ہے۔ جیسے باغبان و فلاح کا وجود نباتی زندگی کے لئے اور قانون فلاحت وزراعت کی پابندی موجودات نباتی کے لئے ناگزیر ہے۔ درختوں کی کاٹ چھانٹ اور نکائی اور پودوں کی مناسب مقامات پر نصب جس طرح سے باعث ترقی وازدیاد قوت نامیہ ضروری ہے اسی طرح سے حدود وقصاص وتعزیرات معینہ شریعت انسانی اخلاقی وتمدنی وتحفظ وبقاء کے واسطے ضروری ہے۔

اور جس طرح قانون نے فطرت کے لئے حقیقی ونوعی حفاظت کر رکھی ہے اور جماعت بندی کو لازمہ وجود قرار دیا ہے جس کے بغیر تحفظ ممکن نہیں ہے، اسی طرح سے شریعت کاملہ کو انسانی تحفظ وبقاء کے لئے بھیج کر اس کی پابندی کو وجود وتحفظ انسانیت کے لئے لازم قرار دیا ہے اور داخلی وخارجی حکم دے کر جماعت بندی وصنفی تحفظی قوانین میں جکڑ بند کر دیا ہے۔ دیکھو 'اسلامی قوانین' کو۔

(۸)

پابندی احکام اسلام بقاوحیات اجتماعی کی ضامن ہے

جو کچھ فطرت الٰہیہ ہے بعینہ اسی طرح سے احکام الٰہیہ ہیں جس میں تبدیلی ممکن نہیں ہے اور جس کی مخالفت قانون فطرت کی مخالفت اور تباہی وبربادی کا موجب ہے(**فِطْرَ ةَ اللّٰہِ الَّتِی فَطَرَالنَّاسَ عَلَیۡھَاؕ لَاتَبۡدِیۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰہِؕ ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ**)(سورہ روم آیت ۳۰)انسان کسی قبیلہ، کسی ملک اور کسی زبان کا بولنے والا ہو اور کوئی مذہب رکھتا ہو اس کی انسانیت ہیئۃ جامعہ ہے۔اسلام اس کو خلق اللہ ہونے کی حیثیت سے ایک نظر سے دیکھتا ہے۔جس طرح سے اس کی فطرت وخلقت غیر مبتدل ہے ۔اسی طرح سے دین قیم بھی یہی ہے کہ اس میں تبدیلی نہ ہوتا کہ ہیئت جامعہ انسانی نہ مٹ جاوے۔ انسان نے اپنی جدت آفرینی طبیعت سے مذہب کی ایجاد کی، دین قیم میں تبدیلی کر ڈالی۔باوجود اس کے بھی اسلام کی یہی تعلیم رہی کہ ہیئت جامعہ انسانی نہ مٹنے پاوے۔اور غیر مذاہب کو بھی بغیر رعایت نہیں چھوڑا ۔ان کے حقوق کی بھی نگہ داشت کی اور ان کے تحفظ کی بھی تعلیم

دی ہے۔

غیروں سے رواداری

مخالفت مذہب کے باوجود ہیئت جامعہ انسانی نہ مٹنے پاوے، غیر مذہب کو یہ کہہ کر متحد رکھو" تمہارا دین تمہارے ساتھ ہمارا دین ہمارے ساتھ ہی **لکم دینکم ولی دین** مذہب جنگ و پیکار کی چیز نہیں۔ اگر پھر بھی متحد نہ ہو تو عام منادی کر دو کہ وہ اصول اسلامی، جو دیگر مذاہب میں بھی برتے جاتے ہیں اور ان مذہب میں مشترک ہیں کم از کم انہیں میں متحد و متفق ہو جاؤ **تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا و بینکم** غیر خداؤں کے پرستاروں کو گالی نہ دو۔ ایسا نہ ہو جہالت سے وہ تمہارے خدا کو گالی دیں۔ **ولا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ** (سورۂ انعام آیت ۱۰۸)

غیر مسلمان کے معبدوں کو نجس کرنے کی سخت ترین ممانعت ہے۔

اسلامی اعمال و عبادات کو تقریب جناب باری کے لئے مخصوص کر کے اور شرط صحت عبادت قرار دے کر، دکھاوے اور سنانے کو عبادت و اعمال میں شامل کرنا حرام بتا کر غیر مذہب کی دل آزاری کی پوری روک کی گئی ہے۔

اگر غیر مذاہب سے بحث مباحثہ کی نوبت آجاوے تو شیریں کلامی سے بحث کرنے کا حکم ہے **ولا تجادلوا اھل الکتاب الا بالتی ھی احسن** (سورہ عنکبوت آیت ۴۶) کم از کم مسلمانوں کو مذکورہ احکام کی پابندی لازم ہے جو غیر متبدل ہیں اور جن کی مخالفت پر حکم خدا کی مخالفت کرتے ہوئے قانون اسلامی کو توڑتا ہے اسوۂ حسنۂ رسول اکرمؐ کی مخالفت ہے۔

(۱۰)

رسولؐ کا برتاؤ کفار سے

تاریخ اسلام جاننے والے جانتے ہیں کہ بعض موذی سفاک خونخوار کفار قریش نے آنحضرتؐ کے تابعین پر جس قدر جور و ستم کئے اور آپ کے رحیم دل کو دردناک کیا، ان کی بے رحمی کی پاداش میں جو سخت سے سخت سزا ان کو دی جاتی ہے ان کے جرائم کی نوعیت کے مقابلے میں ان کی کچھ بھی حقیقت نہ سمجھی جاتی مگر موقع پا کر بھی ان جناب نے کوئی تشدد ان پر نہیں کیا۔ مثلاً چند واقعے پیش ہیں۔

(۱) عکرمہ بن ابوجہل ہمیشہ اسلام کے قلع و قمع کے لئے مسلمانوں سے برسر پیکار رہا، آخر مسلمانوں کے حلیف بنی خزاعہ کی بربادی و تباہی کا باعث ہوا۔

(۲) عبداللہ بن سرح عام مجمع میں کہا کرتا تھا کہ نزول وحی مجھ پر ہوتا ہے یہ شخص (یعنی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میری سنی سنائی باتیں لکھوایا کرتا ہے۔

(۳) وحشی نے آنحضرت کے محبوب چچا جناب حمزہؓ کو قتل کیا اور پھر نعش کی بے حرمتی کی۔

(۵) مکہ معظّمہ میں ایک مرتبہ شدید قحط ہوا لوگ بھوک کے مارے چمڑا ہڈیاں مردار کھانے لگے۔ ایک روز ابوسفیان جو حضرت سرور کائنات کا جانی دشمن تھا حضور سرور عالمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی "اے محمد! تم خدا کی فرماں برداری وصلہ رحم کے دعویدار ہو، حالانکہ تمہاری قوم فاقہ کشی سے مر رہی ہے" یہ سنتے ہی وہ رحمۃ للعالمین دعا کے لئے اٹھ کھڑا ہوا خوب بارش ہوئی عامۃ الناس کو قحط سے نجات ملی۔

(۶) داعیِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے تابعین کے جانی دشمن اہل مکہ تھے، جنہوں نے بے گناہ مسلمانوں کو صرف **لا الہ الا اللہ** کہنے پر تہہ تیغ بے دریغ کیا تھا، مسلمانوں پر طرح طرح کے جور و ستم کر کے جلاوطن کیا جنہوں نے تین سو میل کے فاصلہ پر بھی ان بیکس مہاجرین کو چین نہ لینے دیا اور مکرر مدینۂ منورہ پر حملہ آور ہوئے، جنہوں نے اسلام کے قلع قمع اور مسلمانوں کے استیصال کے لئے حبش، شام، نجد اور یمن تک بادیہ پیمائی سے باک نہ کی، جنہوں نے مسلسل اکیس سال زور سے زر سے تدبیر سے، تزویر سے مسلمانوں کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دینے میں کوئی

دقیقہ اٹھانہ رکھا، ایسے ظالم ناہنجار جفاکش وستم گار دشمنوں کے ساتھ فتح مکہ کے بعد اس ہادی برحق رسول اکرمؐ نے جو حسن سلوک ومدارات کی اس کی نظیر عالم میں نہ ملے گی۔

جب رؤسا قریش حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے حسب ذیل تقریر فرمائی۔

اے جماعت قریش! حق تعالیٰ نے تمہاری جاہلانہ نخوت اور باپ دادا پر فخر کرنے کا غرور آج خاک میں ملا دیا۔

۔حق تو یہ ہے کہ سب لوگ آدمؑ کے فرزند ہیں اور حضرت آدمؑ مٹی سے بنائے گئے تھے (پھر نسب سب کا ایک ہے) بعد اس کے ان جناب نے اس آیۂ کریمہ کی تلاوت فرمائی یاایھاالناس اناخلقناکم من ذکروانثیٰ وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفواان اکرمکم عنداللہ اتقاکم خدائے عزوجل فرماتا ہے......لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد وعورت سے خلق فرمایا ہے اور تمہاری قومیں اور قبیلے سب پہچان کے لئے بنائے ہیں۔ بلاشبہ خدا کی درگاہ میں عزت اس کی زیادہ ہے جس میں تقویٰ زیادہ ہو۔

پھر ان سب سے فرمایا جاؤ تم سب آزاد ہو، آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔

(۷) نجران کے عیسائیوں کا وفد حضور رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ نے ان کی مدارات میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا ۔اپنی مسجد میں ان کی مہمانی کی وہیں ان کو اپنے طور پر عبادت کی بھی اجازت دی لیکن جب شخصیت حضرت عیسیٰؑ پر ان کی گفتگو ہوئی تو آپ نے اظہار حق میں ان سے مباہلہ تک گوارا فرمایا۔

۔(۸) حضرت سرور کائناتؐ میدان حدیبیہ میں فروکش ہیں ۔صبح کے وقت مسلمان نماز جماعت پڑھ رہے ہیں۔ اسّی آدمی کوہ منعم سے اترے اس ارادے سے کہ حالت نماز میں مسلمانوں کو قتل کرڈالیں،لیکن وہ سب گرفتار واسیر اسلام ہوئے۔اس خلق عظیم نے بدون کسی سزا کے اور معاوضہ کے سب کو آزاد کردیا۔

(۹) ''تمامہ بن آثال'' سردار نجد شرف اسلام حاصل کر کے جب وطن واپس ہوا تو اس نے مکہ معظّمہ میں درآمد غلہ کا سدباب کردیا۔ یہ امر واضح ہے کہ اہل مکہ نے حضور پرنور کو جلائے وطن کیا تھا، مختلف موقعوں پر اسلام کے قلع قمع میں انہوں نے کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ باوجود ان شدائد کے جب اہل مکہ غلہ درآمد رک جانے سے جاں بلب ہوئے تو سرور کائناتؐ کی خدمت میں ملتجی ہونا پڑا اور اس رحمۃ للعالمینؐ نے کسی طرح گوارانہ کیا کہ اپنے دشمنوں کو غلہ روک کر تنگ وذلیل کریں۔ آپ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ مدارات کی اور ''تمامہ'' کو فوری حکم دیا کہ بدستور غلہ جانے دیا جاوے۔

رسول خداؐ کے ان ظاہری برتاؤ کو کفار سے دیکھتے ہوئے کسی مسلمان کو اسلام کا دعویٰ کرتے ہوئے کب حق ہے کہ مخالفت مذہبی پر ایک دوسرے سے گالم گلوج کرے، اپنے اعمال وعبادات کو ایسے انداز سے بجالاوے جو موجب دل آزاری اور خلاف رواداری ہوکر محاذ جنگ قائم رکھی جاوے اور دیگر اسلامی ضروریات کے پورا کرنے کا وقت بھی نہ رہے۔

(۱۱)

اسلام کا سنگ بنیاد

مذہب اسلام کا سنگ بنیاد صرف اتحاد،، یگانیت جماعت بندی ہے، تمام انسانوں کو رشتۂ اتحاد میں منسلک کیا گیا ہے۔ افتراق اور انشقاق کی جو باتیں ہیں ان کو یکسر مٹایا گیا ہے، اسی لئے تمام احکام کی تدوین اتحاد وتنظیم پر کی گئی ہے۔تمام مومنین کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے۔ اس رشتہ برادری کو وہ کیا سمجھے جو حقوق برادرانہ سے بیگانہ ہو۔جس ملک میں برادری کا مفہوم یہ ہو کہ ایک پیشوائے خاندان ہر عزت واحترام کا اپنے کو مستحق سمجھے، ہر مال ودولت کا خود وارث ہو، ہر بھلائی وبرائی کے لئے اپنے کو موزوں جانے، جو بدون خانہ جنگی لڑے بھڑے بندگان حلقہ بگوش کو آزاد نہ کرے جس ملک کے رسم ورواج کی بناء پر یہ نصیحت کی گئی ہے۔

سگ زرباش برادر خورد مباش

اس اسلامی اخوت کو وہ کیا سمجھے جو شخص عرب کی ریگستانی زمین کی سیر وسیاحت کر چکا ہے، اس بدوی قوم کی صفات ذمیمہ کے ساتھ ان کی برادرانہ معاشرت پر بھی ایک نظر ڈالے۔ تاریخ عرب کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں، اس قوم میں جہاں سفا کی بے رحمی سخت دلی جہالت وغیرہ وغیرہ مذموم صفات تھے وہاں برادرانہ نیک برتاؤ کی ایک اعلیٰ صفت موجود تھی جس کی نظیر دوسری اقوام میں ملنا ناممکن ہے۔ وہاں ایک بھائی دوسرے بھائی کی تنگ دستی میں دستگیری کرتا تھا، طرفین سے اظہار وخلوص واحسان مندی ہوتا تھا۔ ایک خاندان کو دوسرے خاندان سے لڑنا پڑتا تو اس وقت تمام اہالی خاندان سردار قوم کی ماتحتی میں اپنا مرنا جینا عزت وفخر سمجھتے تھے، بھائیوں کا قوت بازو ہونا عرب ہی کے تمدن میں تھا پیغمبر اسلام نے اسی قوم کو مخاطب فرمایا ہے (انما المومنون اخوۃ) جو لوگ دائرہ اسلام میں آتے جاویں وہ ایک ماں باپ کی اولاد اور ایک ہی خاندان کے افراد بنتے جاویں۔

اس ارشاد کے ساتھ ہی ساتھ عملی طور پر اس نبیؐ کریم نے 'عقد المواخات' بھی کر دیا۔

جب حضورؐ کو اور ان کے تابعین کو کفار نے بہت ستایا تو آپ چند تابعین کے ہمراہ اپنا مسکن و مولد مکہ معظّمہ چھوڑ کر عازم سفر ہوئے ۔منزلوں کی سختیاں جھیلتے ہوئے آپ چلے جاتے تھے، یکا یک ناقہ آپ کا قریب مکان ابوایوب انصاری چلتے چلتے رک گیا۔ جناب ایوب اپنی طالع بیدار پر نازاں، استقبال کو دوڑے بہ کمال احترام اپنا مہمان کیا۔ کفار کو جب معلوم ہوا کہ حضورؐ مدینہ تشریف لے گئے، سب نے آپس میں معاہدہ کیا کہ مسلمانوں سے آئندہ ترک قرابت وعزیز داری کریں۔ لین دین ان سے ترک ہو، شادی بیاہ موقوف ہو۔ یہاں رسولؐ کو جب اس معاہدہ کا حال معلوم ہوا تو آپ نے فوری انصار ومہاجرین میں اخوت اسلامی قائم کی جس سے ایک دوسرے کا سچا جاں نثار بھائی بن گیا۔

اس اخوت اسلامی کے چند آداب یہ تھے: کلمہ جامعہ اسلامی پر سب ایک زبان و یک دل تھے، جس کے واسطے ندائے حق اس طرح سے ہوئی تھی ''سب مل کر مضبوطی سے خدائی رسن اتحاد کو تھام لو اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہو۔''

اس صدائے حق پر مسلمانوں نے لبیک کہی اور ایک دوسرے کے ساتھ خالص ومخلص بھائی ہوگیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن مجید کو بانگ دہل دوسری اقوام سے کہنا پڑا مسلمانوں کے اس اتحا دافتراق کو سراہتے ہوئے ارشاد ہوا: ''اللہ کا وہ احسان یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اور اس نے تم کو (یہی اتحادی سبق دے کر) تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی اور اس کے فیض سے تم بھائی بھائی بن گئے۔''

ایک کو دوسرے کا جھوٹا کھانا پینا شفاء امراض قرار دیا گیا۔ بیشک مرض کبر ونخوت، وشیخی کا علاج اس سے زائد اور کیا ہوسکتا ہے۔

ایک کو دوسرے کے پیٹھ پیچھے برائی کرنے کو مردہ بھائی کا گوشت کھانا سمجھا جاتا ہے۔ **ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا**

کسی کو برے ناموں سے پکارنے کی سخت ممانعت ہے

ولا تنابزو ابالالقاب

اپنے بھائی سے بدگمانی کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

ان بعض الظن اثم

دولت وثروت وہنرمندی پر اترانا، اور تفاخر کرنا، شیخی او رتکبر جتا کر، سچی بزرگی واحترام اس کے لئے ہے جو سب سے زاید پرہیز گار اور خدا کا مطیع بندہ ہو۔ بڑوں کو چھوٹوں کی تعظیم کا اس لئے حکم ہوا کہ اس سے کم گناہ ہوئے ہیں۔ اور چھوٹوں کو بڑوں کی بزرگداشت اس لئے لازم ہوئی کہ انہوں نے خدا کی طاعت وعبادت بلحاظ عمر زائد کی ہوگی۔ مالدار وتونگر کو یہ بتادیا گیا کہ مال ودولت ان کے خدا کا عطیہ ہے، مالدار خدائی داروغہ ہے اور فقراء خدا کی عیال ہیں، ان سے مال میں بخل نہ چاہئے نہ ان کو ذلیل وحقیر سمجھنا چاہئے۔

یہی وجہ تھی کہ امیر غریب سے بفروتنی پیش آتا تھا۔ غریب

سے غریب عالم امیر کے دربار میں محترم سمجھا جاتا تھا۔ ایک کو خوشحال دیکھ کر دوسرا خوشیاں مناتا، حسد کا نام بھی ان صاف باطنوں میں نہ تھا۔ ایک بھائی کے گھر میں دولت کا آنا اپنے گھر میں دولت سمجھا جاتا تھا۔ اگر دو بھائیوں میں اتفاقی لڑائی جھگڑا ہو جائے تو ان میں فوری صلح کرا دینا خدا کے خوف کا نتیجہ اور رحمت الٰہی کا موجب قرار دیا گیا تھا۔ اسلام کے وہ لے پالک جن کے ماں باپ معلوم نہ ہوں ان کو اپنا بھائی اور دوست کہہ کر پکارنے کا دستور قائم ہوا۔

(۱۲)

اسلامی عبادات

اسلام کا ہر ہر رکن اتحاد و اتفاق کا سبق دیتا ہے۔ قرآن مجید کا نزول اور نبی آخر الزماں کی بعثت خاص اس غرض سے ہوئی تھی کہ عالم کے منتشر اور مختلف اوراق کی شیرازہ بندی کر کے ایک دفتر اسلامی بنا دیں۔ مسلمان تاتاری ہو، خواہ افغانی، رومی ہو یا ایرانی، حجازی ہو یا عراقی، آفریقی ہو یا یورپی، سب کے سب جامعہ اسلامیہ میں دوش بدوش اور اپنے ملکی تمدنی مذہبی اخلاقی زندگی میں یکجہت و متحد ہوں پانچوں وقت دن رات میں ایک محلہ کی مسجد میں تمام نمازی بلا تفریق قوم و ملت ہر طبقہ کے ایک جگہ جمع ہو کر اتحاد عمل سے یگانیت کا ثبوت دیں۔ ہر جمعہ کو آٹھویں روز جامع مسجد میں سارے شہر کے مسلمان جمع ہو کر اتحاد کا ثبوت دیں۔ سال میں دو بار نماز عید و بقرعید میں خاص شہر اور اس کے گرد و نواح کے مسلمان جمع ہوں اور امام کے پیچھے کھڑے ہو کر اتباع کریں۔ جب کبھی اتفاقاً قحط و امساک باران ہو تو پھر سب کے سب مل کر اپنا اتحاد دکھا دیں، نماز استسقاء پڑھ کر خدائے رحمت کے مستحق ہوں۔ گرہنوں اور زلزلوں کے وقت جو غضب الٰہی کے نمونہ ہیں، سب جمع ہوں اور متحدہ طور پر خدا سے دعا کریں۔ یہی اتحاد موجب رحمت الٰہی اور باعث رفع غضب خداوندی ہے۔ ہیئت جامع اسلام کی ایسی خدا و رسول کو محبوب ہے کہ نماز میں جس قدر زائد مجمع ہو اسی قدر زائد ثواب کا وعدہ ہے۔ اس پر بھی اکتفا نہیں ہے۔ سال بھر میں ایک بار تمام مسلمانوں کی ایک بڑی انجمن قائم قرار پائی ہے جس میں ظاہری اختلاف سب مٹا کر حکم ہوا ہے کہ دور دراز ملکوں سے سب مسلمان جمع ہوں اور حج بیت اللہ کریں۔ ایک قسم کے کپڑے پہنیں (احرامی) ایک آواز ہو کر لبیک کہیں، ایک جگہ سب بلا تفریق غریب و امیر و متقی و غیر متقی دور و نزدیک کے جمع ہو کر طواف کریں۔ اللہ اللہ ارکان اسلام میں کس قدر اتفاق و اتحاد کوٹ کوٹ کر بھرا گیا ہے۔ پھر اس بانیٔ اسلام پر سو جان سے قربان جائیے جس نے اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے کہ اس عالم میں بعض مرفع الحال اور بعض تنگدست ہیں جس میں غریب بکثرت اور امیر کم ہیں، لہٰذا اس تفریق کو بھی اس طرح سے مٹایا گیا کہ زکوٰۃ و خمس معین ہوئے تاکہ مسلمان سمجھ لیں کہ ہمارا مال بھی متحد ہے۔ اگر ایک شخص کے پاس مال ہو تو دوسروں کا حصہ بھی اس میں ہے۔ اگر بیٹے کے دو حصہ اور دختر کا ایک حصہ اور بیوی کا آٹھواں حصہ میراث میں ہے تو چالیسواں حصہ غریب مسلمانوں کا بھی ہے۔ اور اس سے زاید اتحاد بڑھانے کے لئے مختلف قسم کی خیر و خیرات مال میں ایک بڑا ثواب ہے۔ پھر اس بانیٔ اسلام کو بھی گوارہ نہیں ہے کہ فقراء اسلام بھوکے رہیں اور امیر ہمیشہ شکم سیر ہوں۔ سال میں ایک ماہ کے روزے ہر غریب و امیر پر فرض کئے گئے اور سنتی روزے اس کے سوا ہیں۔ فقیر کی اس گرسنگی کی ذلت کو روزی کی شکل سے بدل کر آخرت میں اجر اور دنیا میں پردہ پوشی کی گئی ہے۔ مرنے کے بعد بھی مساوات و اتحاد برتا گیا ہے۔ ایک ہی قبلہ کی رخ پر ہر امیر و فقیر محتضر کا منہ ہونا چاہئے۔ ہر غریب و فقیر و بادشاہ ایک طرح مرے گا۔ سب کے لئے صندوق، قبر، غسل و کفن، ایک طرح کا ہے۔

(۱۳)

اسلامی اعمال

عبادت کا کیا ذکر ہے اسلامی زندگی کے ہر ہر عمل میں خصوصیت سے یک رنگی جماعت بندی ملحوظ ہے۔ ہر عمل کے لئے تاریخ کی سعادت و نحوست کوئی نجومی یا رمالی گڑھت نہیں ہے بلکہ عالم بھر کے مسلمانوں کو ایک ہی وقت میں ایک ہی کام میں مشغول کر کے تنظیم کی گئی ہے اور عالم بھر اتحاد عمل سے اسلامی

زندگی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ ایک فقیر گھر بیٹھے ایک بادشاہ کے اعمال کا جائزہ لے سکتا ہے پابندی وقت وتاریخ سے تمام مسلمان بیک وقت سفر کرتے نظر آتے ہیں۔ ایک ہی روز حجامت بنواتے دکھائی دیں، ایک ہی روز معمولی غسل کریں، ایک ہی روز نکاح کا ہو، ایک ہی روز ناخن کٹوانے کا۔ نیالباس ایک ہی دن پہنیں، خرید وفروخت خاص ایام میں ہو۔ تعمیر مکان کے لئے مخصوص ایام ہوں، غرضیکہ تعین ایام کرکے اسلامی مشنری میں تنظیم تربیت اتحاد عمل، یک رنگی انضباط وقت کی تعلیم دی گئی ہے۔ البتہ طلاق کی کوئی تاریخ مقرر نہیں کی گئی، اس لئے کہ وہ افتراق وجدائی کا مظاہرہ ہے۔ غرضیکہ اسلامی مشن کا کام یہ ہے کہ دنیا سے اختلاف دور کرکے اور اہل دنیا کو ایک عالمگیر قانون کی پابندی میں منسلک کرکے ان کے لئے رحمت وہدایت کا دروازہ کھول دے۔ پس جو مسلمان الٰہی مشن کی مخالفت کرے، اپنے افعال واعمال سے اسلام میں تفرقہ ڈالے، مسلمانوں میں نفاق کی تخم پاشی کرے وہ بے شک اس اسلامی مشن کا مخالف ہے۔

مسلمانو! زمانہ کا بے رحم ہاتھ تمہارے رخسار پر کافی سے زاید تھپڑ لگا چکا، مدت دراز تک خواب گراں میں مبتلا رہ کر اب بھی بیدار نہیں ہوتے گرد وپیش کی نیرنگی، زمانہ کے حسرت انگیز کرشمے دیکھ کر بھی بحر غفلت میں غرق ہو۔ جو اتحاد واتفاق اسلام کا بنیادی پتھر تھا اور ایسی مضبوط چٹان پر رکھا جس کو کوئی طوفان جنبش نہ دے سکتا تھا، اس کی بدولت اسلام بلا روک ٹوک کس سرعت سے چاردانگ عالم میں پھیل گیا تھا۔ پھر اب کیا ہوا ہے جو اسلام اسی سرعت رفتار سے پیچھے ہٹ رہا ہے۔ یہی مسلمان اپنی خوش عقیدتی کے باعث ''یومنون بالغیب'' سے مخاطب ہے اور اب باجود کثرت مشاہدات آیات الٰہی قرآن وحدیث حفظ کرلینے کے اسلامی خو بو ہم سے رخصت ہورہی ہے۔ باوجود قرآن مجید کے پکار پکار کر کہنے کے ایمان والو آپس میں سب بھائی بھائی بنے رہو (**یاایھاالذین آمنوا کونوا عباداللہ اخوانا**) آپس میں ہر زمانہ سے زائد پھوٹ وناا تفاقی ہے اس تخم نفاق میں آبیاری مذہبوں کی نت نئی ایجادوں سے کی جارہی ہے۔ لیکن سنیاسی پولیٹکل چال میں چلی جاتی ہیں مذہبی رہبروں کی جنگ ایک طرف سیاسی لیڈروں کی معرکہ آرائیاں دوسری طرف نہ کوئی اصول ہے، نہ آئین۔ حضور پرنورؐ کا ارشاد تھا **من تمسک دینتی عند فسادامتی فلہ اجرمائۃ شھید** فساد نہ کرنے والے اور باہم اتفاق واتحاد سے رہنے والے تو درکنار ان کے توبڑے مدارج ہیں محض امت کے فساد دور کرانے میں سوشہیدوں کا ثواب مل رہا ہے۔ لیکن مسلمان بجائے اصلاح فساد برپا کرنے میں مشاقی برت رہے ہیں۔

اپنے بھائی کے دنیوی امور میں مدد دینے کی نسبت حضورؐ کا ارشاد ہی **من کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ** جو اپنے بھائی کے کام میں مشغول ہوجاتا ہے اور پھر جس کام میں خدا مشغول ہو وہ ضرور بن کر رہے گا۔ دوسرے مقام پر اس سے زائد خوشخبری ہے **من فرج اخیہ کربتہ من کرب الدنیا فرج عنہ من کرب یوم القیمۃ** جس نے دنیا کی مشکلوں سے کسی بھائی کو نکالا خدا اس کی مشکلوں کو قیامت کے دن آسان کردے گا۔

روحی فداک یا رسول اللہؐ۔ آپ کو امت کا ایسا خیال، برادری واتحاد کی یہ کوشش لیکن مسلمان اسلام کی بیخ کنی میں مشغول ہیں، اتفاق واتحاد جو اسلام کی بنیاد ہے اس کے ڈھانے میں جان توڑ کوشش، کبھی مذہب کے نام سے جنگ ہے تو کبھی سیاسی اختلافات کی بناء پر جس سے حیات اجتماعی تباہ ہورہی ہے اور روز بروز قعر مذلت میں گر رہے ہیں۔ اے خفتگان خواب غفلت! جاگو، صبح قیامت قریب ہے۔ خدا کو منہ دکھانا ہے، بانیٔ اسلام کی باز پرس ہونا ہے۔

وماعلینا الا البلاغ

احمد النقوی ۱۴؍ دسمبر ۱۹۳۴ء

(اشاعت اولیٰ: دار التبلیغ، ڈیوڑھی آغا میر لکھنؤ)